سیرۃ الخلیل

باب اوّل عنوانِ خامس

قدرت کا جوشِ رحمت یا اتمامِ حجت (۲)

—— مولانا الطاف الرحمٰن بنوی ——

اعیان کی بابت قدرت کی عادتِ عامہ چونکہ مشاہد و محسوس ہے اور اسی وجہ سے مانوس بھی، چنانچہ اس سلسلے میں ہمیں کوئی تعجب لاحق نہیں ہوتا لیکن جونہی ان کے بارے میں قدرت کی عادتِ خاصہ اپنا عمل دکھاجاتی ہے حیرت اور وحشت و دہشت کی اندھیریاں ہم کو گھیر لیتی ہیں اور سوچ بچار کی پرانی ہئیتیں بدل بدل کر نئے نئے سانچوں میں ڈھلنے لگتی ہیں لیکن اس کے برعکس اعراض —— انسان کے اعمالِ اختیاریہ بالخصوص معاصی —— میں اولاً تو قدرت کی عادتِ عامہ —— ان کے طبعی مسبّبات کا ترتّب —— اپنی مصلحت انگیز سُست روی کی بنا پر اس حد تک غیر محسوس ہوتی ہے کہ اکثر و بیشتر معمولات کو غیر متعلقہ یا نیم متعلقہ عوامل کی جانب منسوب کیا جانے لگتا ہے۔ ثانیاً "وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْئٍ" اور "ان رحمتی سبقت غضبی" کے تحت ان میں قدرت کی عادتِ خاصہ کا ظہور بھی اس کثرت سے ہوتا رہتا ہے کہ کبھی کبھی تو اس پر عادتِ عامہ اور عادتِ عامہ پر عادتِ خاصہ کا گمان ہونے لگتا ہے[1]۔

---

[1] نتائج اعمال کے سلسلے میں ہماری اس پوری بحث کو پڑھ اور سمجھ لینے کے بعد اسی مسئلے سے متعلق مولانا مودودی مرحوم کی اس تحریر کے مندرجہ ذیل اقتباسات بھی پڑھ اور سمجھ لیجئے جو انہوں نے ۲۴ فروری ۱۹۴۱ء کو مجلس اسلامیات اسلامیہ کالج پشاور کی دعوت پر "اسلام اور جاہلیت" کے عنوان سے ایک مقالے کی صورت میں پڑھی تھی تو جزا و سزا اور تخلفِ نتائج عن الاعمال کی بابت ان کی اختیار کردہ توجیہہ کافی حد تک کھٹکنے لگے گی۔ مولانا فرماتے ہیں۔

"اس کے بعد معبر ہمیں بتاتے ہیں کہ دنیاوی زندگی چونکہ امتحان کی مہلت ہے لہٰذا یہاں

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

بہر حال اعیان ہوں یا اعراض دونوں جگہوں میں قدرت کی عادتِ خاصہ اس کے جوشِ رحمت کے نتیجے یا اتمامِ حجت کی آخری کارروائی کے طور پہ ظاہر ہوتی ہے ۔ اعیان پر اس کا اصطلاحی نام معجزہ ہے جس کا ظہور ہر خاص و عام کو وہ ضروری اطمینان فراہم کر دیتا ہے

(تسلسل) نہ حساب ہے نہ جزا و سزا"

حیرت ہوتی ہے کہ وعدہ و وعید سے متعلق قرآن کریم کی ان بے شمار آیات کے ہوتے ہوئے جن میں رب تعالیٰ نے کبھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی زبانی اور کبھی اپنی طرف سے اُخروی جزا و سزا کے ساتھ ساتھ ترغیب و ترہیب کے سلسلے میں دنیاوی جزا و سزا کا بھی برابر ذکر فرمایا ہے ۔ مولانا نے پیغمبروں کی جانب اس اطلاقی انداز میں یہ بات کیونکر منسوب کر دی ہے ۔ مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ فرمائیں ۔

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰي قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ (سورۂ ہود آیت ۵۲)	(حضرت ہودؑ نے فرمایا) اور اے میری قوم والو اپنے گناہ معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو ۔ وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور تم کو اور قوت دے کر تمہاری قوت میں ترقی کر دیگا اور مجرم ہو کر روگردانی مت کرتے رہو ۔
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ (سورۃ حم السجدہ آیت ۱۶)	ہم نے ان (قوم عاد) پر تیز آندھی بھیجی ایسے دنوں میں جو (ان کے حق میں) منحوس تھے تاکہ ہم انہیں (اسی) دنیوی زندگی میں عذاب رسوائی کا مزا چکھا دیں اور عذاب آخرت تو رسوا تر ہوگا اور انہیں کوئی مدد نہ پہنچ سکے گی ۔

پھر مجرمین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس واضح اور زوردار اعلان

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (سورہ سجدہ آیت ۲۱)	ہم لوگوں کو تھوڑا سا عذاب قریب دنیا میں چکھا دیتے ہیں ۔ آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے تاکہ وہ برائیوں سے باز آ جائیں

سے تو یہ حیرت اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ہو جاتی ہے

اس سلسلے میں اگر اعمال کے دنیاوی نتائج کی نشان دہی میں کسی غلط فہمی کی وجہ سے یہ حیرت ہوتی ہے
(بقیہ اگلے صفحہ پر)

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

جس کے بعد اقرار و انکار کے مختلف رویّے برتنے والوں کے ساتھ ان کے مناسب حال کوئی معاملہ کرنے میں عدل کا کوئی پہلو تشنہ باقی نہیں رہتا اور اعراض ـــــــ انسانی گناہوں ـــــــ میں قرآنی ارشاد

(تسلسل)
کے ازالے کے لئے مولانا کے پسندیدہ اور محبوب ترین اور ان کے خیال میں امت کے انتہائی نکتہ رس عالم امام ابن تیمیہؒ کی ایک عبارت نقل کرنا کافی ہوگا

وقد قیل ان قوله وَلَهُمْ عَذَابٌ
مُّقِيمٌ اشارة الی ما ھو لازم لھم
فی الدنیا والآخرة من الآلام النفسیہ
غما وحزنا وقسوةً وظلمة قلب
وجھلاً فان للکفر والمعاصی
من الآلام العاجلة الدائمة ما
الله به علیم ولھذا تجد غالب
ھؤلاء لا یطیبون عیشھم الا بما
یزیل عقولھم ویلھی قلوبھم من
تناول مسکرٍ ورویة ملهٍ او
سماع مطربٍ ونحو ذٰلك
وبازاء ذٰلك قوله فی المؤمنین
أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ فان
الله یعجل للمؤمنین من الرحمة
فی قلوبھم وغیرھا بما یجدونه
من حلاوة الایمان ویذوقونه
من طعمه وانشراح صدورھم
للاسلام الی غیر ذٰلك من السرور
بالایمان والعلم النافع والعمل

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وَلَهُمْ عَذَابٌ
مُّقِيمٌ میں غم، پریشانی، سختی اور سیاہی
قلب اور جہل جیسے ان نفسیاتی تکالیف کی
طرف اشارہ ہے جو دنیا و آخرت میں ان کا
پیچھا نہیں چھوڑتیں کیونکہ کفر اور گناہوں کی
نقد اتنی بے شمار دائمی سزائیں ہیں جن کو خدا
ہی بہتر جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کفار و
فساق کی اکثریت انہیں چیزوں سے اپنی زندگی
کو خوشگوار بنانے کی کوشش کرتے ہیں جو
ان کی عقلوں کو زائل اور دلوں کو مزید غافل
کر دے، مثلاً نشہ کا استعمال، کھیل تماشوں کا
دیکھنا اور ساز و نغمہ کا سننا وغیرہ۔
اور اسی کے مقابلے میں مؤمنین کے بارے
خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ
کیونکہ اللہ تعالیٰ جلد ہی مؤمنین کے دلوں
میں رحمت کا فیضان فرماتے ہیں جس کے
آثار ایمان کی حلاوت کی صورت میں دیکھے
جا سکتے ہیں جس کی لذت اور اسلام کے لئے ان
کی شرح صدر وغیرہ جیسے سرور بالایمان علم نافع

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ٥
(سورۃ انبیاء آیت ۱۱۱)

اور میں نہیں جانتا شاید آخیر میں تم کو جانچنا ہے یا فائدہ دینا ہے ایک وقت تک ——

الصالح بما لا یمکن وصفہ
(اقتضاء الصراط المستقیم)

عمل صالح اور ان جیسی دوسری کیفیات جن کا بیان ممکن نہیں سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد مذکورہ سلسلہ متن پر ایک حاشئے میں ارقام فرماتے ہیں:

"اس سلسلے میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ یہ عالم جس میں ہم اس وقت ہیں عالم طبیعی ہے نہ کہ عالم اخلاقی، جن قوانین پر کائنات کا موجودہ نظام چل رہا ہے وہ اخلاقی قوانین نہیں ہیں بلکہ طبیعی قوانین ہیں اس لئے موجودہ نظام کائنات میں اعمال کے اخلاقی نتائج پوری طرح مرتب نہیں ہو سکتے۔ وہ اگر مرتب ہو سکتے ہیں تو صرف اسی حد تک جس حد تک کہ قوانین طبیعی ان کو مرتب ہونے کا موقعہ دیں ورنہ جہاں قوانین طبیعی ان کے ظہور کے لئے سازگار نہ ہوں وہاں ان کا ظاہر ہونا محال ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے تو اس فعل کے اخلاقی نتیجے کا مرتب ہونا موقوف ہے اس امر پر کہ قوانین طبیعی اس کے سراغ لگنے اور اس کے اوپر جرم ثابت ہونے اور اس پر اخلاقی سزا کے نافذ ہونے میں مددگار ہوں اگر وہ مددگار نہ ہوں تو کوئی اخلاقی نتیجہ سرے سے مرتب ہوگا ہی نہیں اور اگر وہ سازگاری کر بھی لیں تب بھی اس فعل کے پورے اخلاقی نتائج مرتب نہ ہو سکیں گے کیونکہ مقتول کے عوض قاتل کا محض قتل کیا جانا اس فعل کا پورا اخلاقی نتیجہ نہیں ہے جس کا اس نے ارتکاب کیا تھا اس لئے یہ دنیا دار الجزاء نہیں ہے اور نہ ہی ہو سکتی ہے۔ دار الجزاء ہونے کے لئے ایک ایسا نظام عالم درکار ہے جس میں موجودہ نظام عالم کے برعکس حکمران قوانین اخلاقی ہوں اور قوانین طبیعی محض ان کے خادم کی حیثیت رکھتے ہوں۔"

اس سیاق و سباق میں قوانین طبیعی و اخلاقی کی تفریق و تقسیم اور پھر یہاں اول الذکر اور وہاں ثانی الذ
کی حکمرانی کی بات غالباً دنیا و آخرت کی اس شدتِ ارتباط سے ذہول کا نتیجہ ہے (باقی اگلے صفحہ پر

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

کے بموجب اس کی وجہ سے امتحان و آزمائش کے مزید وہ مواقع پیدا کئے جاتے ہیں جس میں نفس کے زور از تقاضے لذات میں منہمک ہو جانے کی ترغیب دیتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰت اور ان کے جانشین دعوت و تبلیغ کے ذریعے کجروی کی بدانجامی سے آگاہ کرتے اور ڈراتے

(تسلسل) جس کا بیان دوسرے علماءِ اسرار کی کتابوں کی طرح خود مولانا کی تحریرات میں بھی غالباً کہیں پہ میری نظر سے گزرا ہے۔ دراصل یہ دونوں عالم ایک ایسی وحدت کے دو حصے ہیں جن کے سارے کل پرزے ایک دوسرے میں اس ہنر سے جڑے ہوتے ہیں کہ کسی ایک پرزے کی کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ جنبش پورے کل میں اسی نوعیت کی حرکت پیدا کرتا ہے۔

جدید تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ پورے زمین اور کرۂ آب کو اپنی لپیٹ میں لینے والی بہت وسیع ... کے کسی حصے میں جہاں کہیں معمولی سا جھٹکا لگنے سے تھوڑی سی تموّج پیدا ہو اس کے چاروں طرف لاکھوں میل کی مسافت پر واقع دور دراز کے تمام حصوں میں اسی قسم کا ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے یہ بات ہمارے لئے کتنی نظری کیوں نہ ہو لیکن ریڈیائی آلات کی کارکردگی نے یقین کر لینے کا وہ ماحول پیدا کر دیا ہے جس میں انکار یا تردّد کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے بعینہٖ اسی طرح ہمارا معمولی سے معمولی عمل بھی دنیا اور اس سے بھی گزر کر آخرت کی فضاؤں میں اپنا طبعی اثر دکھاتا ہے اور اگرچہ ہمارے حواس بلکہ عقل کی گرفت میں بھی یہ بات نہ آئے تاہم تقوٰی داری اور اہلِ تقوٰی کی کفش برداری سے وہ وجدانی اطمینان حاصل کیا جا سکتا ہے جس کو مجوبین کا کوئی شبہ متاثر نہیں کر سکتا۔ عالمِ دنیا میں طبیعی اور عالمِ آخرت میں اخلاقی قوانین کی حکمرانی کی بات تو نہ صرف دعوٰی بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل بھی ہے۔ قرآنی ارشادات

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ	اسے ملے گا وہی جو کچھ اس نے کمایا اور
(بقرہ آیت ۲۸۶)	اس پر پڑے گا وہی جو کچھ اس نے کمایا۔
يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ	جس روز ہر شخص اپنے ہر نیک عمل کو سامنے
مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ	لایا ہوا پائے گا اور اسی طرح ہر برے
مِنْ سُوْءٍ ۚ (آل عمران آیت ۳۰)	کام کو بھی۔
وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۚ	اور انہوں نے جو کچھ بھی کیا تھا اسے موجود
(الکہف آیت ۴۹)	پائیں گے۔

میں لفظ "ما" کے انداز استعمال سے جہاں اس بات پہ کافی روشنی پڑتی ہے کہ اعمالنامہ ایک

© rasailojaraid.com

رہتے ہیں۔ حق و باطل کی اس کشمکش میں جو لوگ ـــــ ابتداءً نہ سہی ـــــ قدرت کی طے کردہ مہلت کی میعاد ختم ہونے سے پہلے ـــــ تاخیر سے بھی ـــــ ایمان لے آتے ہیں اور گناہوں کے بعد والی سازگار زندگی میں اپنا رویّہ درست کر لیتے ہیں۔ بلاشبہ ان کے حق میں تو قدرت کی

(تسلسل) ایسے آئینے یا جدید اصطلاح میں اس فلمی اسکرین کی طرح ہوگا جس میں دنیاوی اعمال کو انکی تمام تر ہیئات اور کیفیات کے ساتھ دیکھا جا سکے گا لہٰذا ان بحثوں کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ہے کہ اعمالنامہ کس زبان میں مرتب ہوا ہوگا اور مختلف اللّغات تمام انسانوں کے لئے اس کو یکساں طور پر پڑھ اور سمجھ لینے کی کیا صورت ہوگی اسی طرح سے یہ بات بھی معلوم ہوگی کہ قیامت میں جو کچھ بھی پیش آئے گا وہ دنیاوی اعمال کا متشکل طبعی نتیجہ ہوگا اور اگرچہ ان اُخروی نتائج کی کمیّت و کیفیّت کے بارے میں انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی بتائی تفصیلات ہمارے لئے انتہائی حیران کن کیوں نہ ہوں، محالات و ناممکنات میں سے ہرگز نہیں کہ بقول امام ابن تیمیہؒ:

ان الانبیاء یخبرون بمحارات العقول لا بمحالاتھا (موافقۃ صحیح المنقول لصریح المعقول) — انبیاء صلوٰت اللہ علیہم اجمعین کی خبر دی ہوئی باتیں حیران کن تو ہوتی ہیں، محال ہرگز نہیں ہوتیں۔

اور یہ حیرت بھی محض عالم آخرت اور اس کی تفصیلات اور عالم دنیا سے اس کے ارتباط کے خفی ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ تو پیپل اور بڑ کے ذرہ سے مقدار تخمی حبّات سے ان کے فضا کو بھر دینے والے بڑے بڑے درختوں کا پیدا ہو جانا اس سے کم حیرت زا ہرگز نہیں۔ لیکن روئیدگی کے تمام درجات کے نوبت بہ نوبت مشاہدے اور اس عمل کے بار بار اعادے سے ـــــ تخلیقی پیچیدگیاں اپنی جگہ ـــــ اس واقعے میں کسی کے لئے بھی حیرت کی کوئی بات پائی نہیں جاتی۔ اسی سلسلہ میں نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی بھی ملاحظہ ہو۔

الدنیا مزرعۃ الآخرۃ — دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

یعنی یہاں جو چیز کاشت کی جائے گی وہاں وہی چیز کاٹی جائے گی۔ اس تمثیل کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی بھی فصل کی کٹائی اس کی کاشت کا فطری ثمرہ ہے اور یقیناً ہے تو آخرت کی کوئی بھی حالت دنیاوی سیرت و کردار کا طبعی نتیجہ ہے۔ اخلاقی (و شرعی) پابندیاں اعمال کے ان دوررس طبعی تقاضوں سے بالکل الگ مستقل کوئی حقیقت نہیں رکھتیں جن سے صاحب عمل (باقی اگلے صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

عادتِ خاصہ وفورِ رحمت اور سعادت کا پیغام ثابت ہوتی ہے اور جو لوگ اوّل تا آخر اپنی خواہشات پر غلبہ حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ عادتِ خاصہ اتمامِ حجت کرا کر ان کی ہلاکت اور بربادی کے راستے کھول دیتی ہے۔

(تسلسل) کے مستقبل کا تانا بانا تیار ہوتا ہے' اخلاقیات (شرعیات) کی بلند و بالا عمارت طبیعیات کا سیمنٹ مسالہ لگا کر تعمیر کی گئی ہے مذکورہ تقسیم و تقابل سے اس سیمنٹ مسالے کو کھرچ لو گے تو اخلاق کی فقط دیواروں میں دراڑیں ہی نہیں پڑیں گی بلکہ آن کی آن میں ان کی پوری عمارت زمین بوس ہو جائے گی۔ خدانخواستہ ہمارے اس بیان سے کسی کو ہماری بے دینی اور بدعقیدگی کا شبہ پیدا ہو کر اخلاقیات کو طبیعیات کا تابع بنانا تو آج کل کے ان مادہ پرست ملحدین کا عقیدہ ہے جو سرے سے کسی ایسی اخلاقی قدر کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے کہ جس کے نتیجے میں کوئی خیر و بھلائی نہ ہو۔ بلاشبہ'

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اسی کے لئے ہے بڑائی آسمانوں اور
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ زمین میں اور وہی غلبے اور حکمت والا ہے

(جاثیہ آیت ۳۷)

اور ان جیسی دوسری آیات کی بنا پر جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے غلبے اور قدرت کو انتہائی حکمت کے ساتھ روبکار لاتے ہیں'
ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے لیکن خیر و بھلائی کے ساتھ ایک معزز لفظ "حقیقی" کا اضافہ کر کے۔ اس حقیقی خیر و بھلائی کے حدود کیا ہیں! ہمارے عقیدے کی رُو سے دونوں جہانوں کی وسعتیں اس میں سموئی ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی صحیح صحیح اطلاع مہربان خدا کے بھیجے ہوئے سچے انبیاء علیہم الصلوات ہی دے سکتے ہیں۔
یہیں سے ہمارے اور مادیین کے عقیدے کا فرق ظاہر ہو گیا کہ ان کے ہاں دنیا کی مادی اور وہ بھی ان کی اپنی شخصی یا حد سے حد قومی ظاہری منفعت ہی خیر و بھلائی ہے اور اسی کو حاصل کرنے کا طریقہ کار سب سے اونچا اخلاقی معیار ہے اور ہمارے ہاں ساری انسانیت کی دنیا و آخرت کی مجموعی سرفرازیاں بھلائی ہیں اور وہی ضابطۂ حیات اخلاقی کہلائے جانے کا مستحق ہے جس کے ذریعے ان تک رسائی ممکن ہو۔
اس مقام پر وہ آیات و احادیث بڑی تشویش پیدا کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں داخلہ ہو یا دوزخ سے نجات دونوں محض فضل و رحمتِ خداوندی کا کرشمہ ہیں اعمال کا اس میں کوئی دخل نہیں

ملاحظہ ہو:۔

© rasailojaraid.com

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ط لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ط بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ

اور آپ کا پروردگار بڑا مغفرت کرنیوالا بڑا رحمت والا ہے وہ اگر ان پر دار و گیر ان کی اعمال کی بنا پر کرنے لگتا تو ان پر عذاب

(تسلسل) سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لا اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ط ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ (الحدید)

دوڑو اپنے پروردگار کی مغفرت اور اس جنت کیطرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کی سی ہے۔ تیار کی گئی ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جسے چاہے عطا کرے اور اللہ ہی بڑے فضل والا ہے۔

© rasailojaraid.com

لا یدخل احدا منکم عملہ الجنۃ ولا یجیرہ من النار ولا انا الا برحمۃ اللہ
(مشکوٰۃ باب الاستغفار والتوبہ)

تم میں سے کسی کا عمل اس کو جنت میں داخل نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کو آگ سے بچاسکتا ہے اور یہی حال میرا بھی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔

لہٰذا آگے بڑھنے سے پہلے اس تشویش کا ازالہ بہت ضروری ہے، یہ تشویش دراصل اس تسامح کی پیداوار ہے جو فضل و رحمت کے اطلاقات میں اکثر و بیشتر ہم سے سرزد ہوتی ہے۔ ہمارے محاورے میں یہ الفاظ ایسی حالت کی تعبیر کے لئے استعمال ہوتے ہیں جس میں کوئی چیز کسی کسب و عمل کے بغیر یونہی ہاتھ آئی ہو اور جو چیزیں کسب و عمل سے حاصل ہوئی ہوں ان میں یہ الفاظ شاذ و نادر ہی استعمال ہوتے ہیں۔ اس تسامح سے قطع نظر ہماری سنجیدہ گفتگو میں بھی اور شریعت کی اصطلاح میں بھی یہ دونوں لفظ دونوں صورتوں میں یکساں طور پر بولے جاتے ہیں، ملاحظہ ہو قرآنی آیات:

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا (سورۃ روم آیت ۳۶)

اور ہم جب لوگوں کو کچھ عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (سورۃ مزمل آیت ۲۰)

اور بعض سفر کریں گے ملک میں اللہ کی روزی کی تلاش میں۔

© rasailojaraid.com

لَنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِہٖ مَوْئِلًا	فوراً ہی واقع کر دیتا لیکن اس نے ان
(سورہ الکہف آیت ۵۸)	کے واسطے ایک متعین وقت ٹھہرا رکھا ہے
	اس کے اوپر یہ کوئی پناہ گاہ نہیں پا سکتے۔

ان اور ایسی ہی دوسری آیات میں صحت، اولاد اور بالخصوص معاشی فراخی اور وسعت پر رحمت کا اطلاق ہوا ہے، حالانکہ یہ ساری چیزیں اکثر و بیشتر ان کے مناسب حال طبعی اسباب کے ارتکاب کے بعد ہی حاصل ہوتی ہیں، اسی طرح سے تجارتی سفر منافع کمانے کا طبعی سبب ہے لیکن اس قسم کے دوڑ دھوپ پر حاصل کئے ہوئے نفع کو فضل اللہ بتایا گیا معلوم ہوا کہ یہ الفاظ غیر سببی امور کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ اسباب سے حاصل کئے ہوئے نتائج پر بھی بولے جاتے ہیں، اس سے بھی بڑھ کر بعض قرآنی آیات میں تو یہ صراحت بھی موجود ہے کہ رحمت الٰہی کی توقع دراصل تب ہی جب ہے جب اسباب ضروریہ کی تیاری و تحصیل کے بعد رکھی جائے۔ اس کے لئے مثال کے طور مندرجہ ذیل آیت تلاوت فرمائیے!

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ	بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے
ھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ	ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو یہی لوگ
اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰہِ ط	اللہ کی رحمت کی امید رکھیں گے اور اللہ بڑا
وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝	بخشنے والا ہے اور بڑا مہربان ہے۔
(سورۃ بقرہ آیت ۲۱۸)	

اور نبی علیہ السلام نے تو ایسے شخص کو بڑا نادان اور ناتوان بتایا ہے جو ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھا ہو اور عمل کے بغیر رحمت کی امید رکھتا ہو۔

الکیس من دان نفسہ وعمل	ہوشیار اور توانا ہے وہ جو اپنے نفس کو قابو
لما بعد الموت والعاجز من اتبع	میں رکھے اور موت کے بعد کے لئے عمل
نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ	کرے اور نادان و ناتوان وہ ہے جو اپنے کو
(ترمذی و ابن ماجہ)	اپنی خواہشات نفس کا تابع کر دے اور اللہ تعالیٰ
	سے امیدیں باندھے۔

لہٰذا جنت کے حصول اور دوزخ سے نجات کو فضل و رحمت قرار دینے اور دونوں کا انسانی عمل سے متعلق ہونے میں نہ صرف یہ کہ کوئی منافات نہیں بلکہ اس کو مانے بغیر چارۂ کار ہی نہیں۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ	اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا دنیا میں (بھی) اور آخرت میں (بھی) تو جس شغل میں تم پڑے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا۔
(سورۃ النور آیت ۱۴)	

اس تشویش کو ایک دوسرے طریقے پر بھی ختم کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ کہ ثمرات و نتائج اسباب کے جس طویل سلسلے پر مرتب ہوتے ہیں انسانی عمل اس سلسلے کی بالکل ابتدائی کڑی ہوتی ہے۔ عمل کے علاوہ باقی ساری کڑیاں اس کے قصد و اختیار سے یکسر خارج ہیں ان کا ایجاد و اعدام محض مشیّتِ الٰہی پر موقوف ہوتا ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر بارہا قدرت نتائج کو علی الاطلاق اپنی طرف منسوب کر دیتی ہے۔ ملاحظہ ہو قرآنی آیات:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝	اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم جو منی ٹپکاتے ہو تو آدمی تم بناتے ہو یا (اس کے) بنانے والے ہم ہیں۔
(واقعہ آیات ۵۸، ۵۹)	
اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝	اچھا پھر یہ بتاؤ کہ جو کچھ تم بوتے ہو اُسے تم اگاتے ہو یا (اس کے) اگانے والے ہم ہیں۔
(واقعہ آیات ۶۳، ۶۴)	

جن میں ان نتائج کو بھی اللہ تعالیٰ کا فعل قرار دیا گیا ہے جن کا ہمارے اپنے اعمال پر مرتب ہونا ہمارے آئے روز کا مشاہدہ ہے۔ اسی طرح سے باوجود اعمال پر مرتب ہونے کے اگر جنت کے حصول اور دوزخ سے نجات کو فضل و رحمت ـــــ خدائی فعل ـــــ قرار دیا گیا ہو تو اس میں تشویش کی کونسی بات ہے۔

البتہ اس جواب کی کوکھ سے ایک اور سوال برآمد ہوتا ہے جو خلجان پیدا کرنے میں پہلے سوال سے کسی طرح بھی کم نہیں اور وہ یہ کہ اگر واقعی اعمال از خود نتائج پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں جب تک مشیّتِ الٰہی سلسلۂ اسباب کی دوسری کڑیوں کو بھی وجود نہ بخشے اور پھر یہی ادخالِ الٰہی حصولِ جنت پر فضل و رحمت کے اطلاق کی وجہ مصحح بن سکتی ہے تو کیوں نہ کفر و معاصی پر جہنم کی سزا تجویز کرنے پر خدا تعالیٰ کو (العیاذ باللہ) ظالم قرار دیا جائے کہ اگر وہ اپنی مشیّت سے سلسلۂ اسباب کی تکمیل نہ کر دیتا تو فقط عمل تو اس کے لئے بہرحال کافی نہیں تھا۔ حالانکہ

© rasailojaraid.com

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ	ان سب کو خوشخبری دینے والے اور خوف سنانے والے بنا کر اس لئے بھیجا تا کہ لوگوں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (سورۂ نساء : ۴۰)	بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں کرے گا۔
لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ (سورۂ کہف ۴۹)	اور تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا

جیسی آیات میں بڑی سختی سے اس کی نفی کی گئی ہے۔

اس کا جواب ان الفاظ میں دیا جاتا ہے کہ انفس و آفاق کا یہ پورا عالم اور اس کا ایک ایک ذرہ خدا تعالیٰ کے وجود، اس کی توحید، عظمت و کبریائی اور قدرت و حکمت کی گواہی دے رہا ہے۔ انسان کی اپنی فطرت عقل اور خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء و رسل صلوات اللہ علیہم اجمعین یا ان کے سچے جانشین اس کو زندگی بھر یہ دعوت دیتے رہتے ہیں کہ اس محسن اعظم کا وفادار بن کہ جس کی لاتعداد نعمتوں سے تیری زندگی کا ایک ایک لمحہ اٹا پڑا ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں جبکہ آپ اللہ تعالیٰ کے نقد انعامات و اکرامات سے لطف اندوز ہو رہے ہوں اور آپ کا درون و بیرون دونوں آپ کو خدا تعالیٰ کی شکر گزاری پر مجبور کر رہا ہو شکر گزار بننا کیا کچھ قابلِ انعام ہو سکتا ہے۔ بلاشبہ اس شکر گزاری پر

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ (سورۂ حم سجدہ آیت ۳۱)	اور تمہارے واسطے اس (جنت) میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کو تمہارا جی چاہے۔
اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت و لا خطر علی قلب بشر	میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور کسی کان نے سنا نہیں بلکہ کسی دل میں ان کا گزر تک نہیں ہوا ہے۔

والی نعمتیں عطا کرنا اس کا فضل اور رحمت ہی ہو سکتی ہے۔ اور اس کے برعکس درون و بیرون کی ان تمام دواعی کی مخالفت اور نفس و شیطان کی موافقت اختیار کرنا جبکہ ان کے بارے میں بکرات و مرات نہایت واشگاف الفاظ میں تنبیہ کی گئی ہے کہ:

© rasailojaraid.com

الرُّسُلِ ؕ	کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان پیغمبروں
(سورۃ نساء، آیت ۱۶۵)	کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے ۔

اور ان جیسی دوسری آیات اسی باب میں وارد ہوئی ہیں ۔

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ؕ	بے شک نفس تو بری (ہی) بات کا
(سورۃ یوسف آیت ۵۳)	بتلانے والا ہے ۔
إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ	بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم اسے
عَدُوًّا ؕ	دشمن (ہی) سمجھتے رہو ۔

وہ انتہائی ڈھٹائی اور کمال درجہ کی نمک حرامی ہے جس کی سزا میں جتنی بھی تغلیظ و تشدید سے کام کیا جاوے عین عدل ہے۔ اس کو ظلم کہنا ہی ظلم اور زیادتی ہے۔

اس کے بعد مولانا مرحوم بیان کے اسی سلسلے میں دنیاوی تکالیف و مصائب کے مختلف عوامل کی نشان دہی کرتے ہوئے ان سے متعلق ایک اور حاشیے میں تحریر فرماتے ہیں :

" مثلاً زنا کرنے والے کا بیماری میں مبتلا ہو جانا کہ یہ اس گناہ کی اخلاقی سزا نہیں ہے بلکہ اس کا طبعی نتیجہ ہے اگر وہ علاج کرنے میں کامیاب ہو جائے تو بیماری سے بچ جائے گا۔ مگر اخلاقی سزا سے نہ بچے گا اگر توبہ کرے تو اخلاقی سزا سے بچ جائیگا مگر بیماری دور نہ ہوگی۔"

زنا کے نتائج کی یہ تنویع و توزیع بہرحال مسلّم ہے اور یہ بھی تسلیم ہے کہ بیماری میں مبتلا ہو جانا اس کا طبعی نتیجہ ہے لیکن اخلاقی سزا کا ذکر کر کے خاموشی اختیار کر لی اور یہ نہیں بتلایا کہ وہ کیا چیز ہے۔ تاہم سابقہ منقولہ طویل اقتباس کے اس حصے سے ـــــــ

" مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے تو اس فعل کے اخلاقی نتیجے کا مرتب ہونا موقوف ہے اس امر پر کہ قوانین طبعی اس کے سراغ لگنے، اور اس کے اوپر جرم ثابت ہونے اور اس پر اخلاقی سزا کے نافذ ہونے میں مددگار ہوں ۔ اگر وہ مددگار نہ ہوں تو کوئی اخلاقی نتیجہ سرے سے مرتب ہوگا ہی نہیں اور اگر وہ سازگاری کر بھی لیں تب بھی اس فعل کے پورے اخلاقی نتائج مرتب نہ ہو سکیں گے کیونکہ مقتول کے عوض قاتل کا محض قتل کیا جانا اس فعل کا پورا اخلاقی نتیجہ نہیں ہے جس کا اس نے ارتکاب کیا تھا ۔"

جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ قتل کا اخلاقی نتیجہ قصاص بشمول اُخروی عذاب ہے وہاں قیاساً یہ بھی معلوم ہوا

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

پھر اتمامِ حجت کے بعد ہلاکت بھی ــــــ ہالکین کے لئے نہ سہی ــــــ دوسروں کے لئے رحمت و رأفت کا ذریعہ بنتی ہے، رہے ہالکین تو انہوں نے فطری روش کو چھوڑ کر آپ ہی اپنے اوپر ظلم کیا۔ چنانچہ رحمت کی اس ارزانی میں بھی وہ رحمت کا ہدف اور محل ہی نہ ٹھہر سکے

نقصان زِ قابل است وگرنہ علی الدّوام　　　فیض سعادتش ہمہ کس را برابر است

کہ زنا کی اخلاقی سزا بھی مولانا مرحوم کے نزدیک حدِ زنا اور اُخروی عذاب ہوگا، ہم نتائج اعمال سے متعلق تحریر کردہ اپنی مفصّل بحث کی رُو سے، کسی بھی فعل کے دنیا و آخرت میں ظاہر ہونے والے ان تمام عواقب کو جن میں دوسرے انسانوں کی مداخلت اور توسط کا کوئی حصّہ نہ ہو، ایک ہی سلسلے کی باہم مربوط طبعی کڑیاں شمار کرتے اور سمجھتے ہیں جو اگر قدرت اپنی عادتِ عامہ کو بروئے کار لائے تو ان میں ہر ایک کا اپنے وقت میں موجود ہو جانا ناگزیر ہوتا ہے اور یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ۝ (رعد آیت ۳۹) کی بدولت ان میں سے کسی ایک یا کئی کڑیوں یا اس پورے سلسلے کو وجود میں آنے سے روک بھی سکتی ہے۔ اس قاعدے کی رو سے زنا و قتل کے بعد ان کی اُخروی سزائیں تو ان جرائم کے وہ طبعی نتائج ہیں جن کا ندامت و استغفار یا قدرت کی عادتِ خاصہ کے بغیر وجود میں آنا ایسا ہی یقینی ہے جس طرح سے زنا کے بعد دوائی یا دوسرے مخفی موانع کے بغیر بیماری میں مبتلا ہو جانا۔ باقی رہیں حدِ زنا و قصاص کی سزائیں، تو یہ تو انسانی قصد و اختیار سے نافذ ہونے والے وہ شرعی احکام ہیں جو اسباب طبعیہ کی سازگاری سے بڑھ کر لیتے ہی طرح کے کئی دوسرے احکام شرعیہ مثلاً، اولئے شہادت بالخصوص وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اور حکم بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وغیرہ پر موقوف ہیں اور اگر اس کے باوجود واقعۃً کوئی اِکّا دکّا واقعہ ایسا پیش ہی آیا جس میں اسباب طبعیہ کی ناسازگاری کی وجہ سے حد یا تعزیر کا راستہ بند تھا تو اعمال کے حقیقی نتائج سے ان حدود و تعزیرات کا تعلق ہی کیا جو ان کو ثابت کئے بغیر چھوڑا جائے۔ یہ شرعی اور اخلاقی سزائیں تو زواجر کی حیثیت سے مشروع ہیں جن کے نافذ ہونے کے لئے تو کسی جرم کے انتہائی فساد انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا بالکل قطعی الثبوت ہونا بھی ضروری ہے تاکہ محض شبہات پر سزاؤں کے نفاذ سے کہیں اصل جرائم کے فساد سے بڑھ کر فسادات کے دروازے نہ کھل جائیں۔ ہاں اسلامی سزاؤں کے جاری ہو جانے پر، جرم کا کوئی حقیقی نتیجہ برآمد ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ محض فضل و کرم خداوندی کی بنا پر اُخروی سزا کے ٹل جانے کی امید کی جا سکتی ہے جس کا مجازات کے عام قانون پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

© rasailojaraid.com

اس طویل بحث سے ہمارے قائم کردہ تیسرے سوال کا جواب بھی ہو گیا کہ رب تعالیٰ الرؤف الرحیم ہے۔ چنانچہ اس کی رأفت و رحمت کا تقاضہ ہے کہ انسان کی اس حد تک اصلاح کا انتظام فرمائے جس حد تک اس کی اہلیت و قابلیت ساتھ دے۔

اس باب کے خاتمے پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سوال کا جواب بھی دیا جائے جو پورے باب کو غور و فکر سے پڑھنے کے بعد ایک ذہین قاری کے دل میں پیدا ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اور وہ یہ کہ انسانی اعمال کی یہ خاصیات اور خصوصیات اگر واقعتاً ایسی ہی ہیں جن کا نقشہ پیش کیا گیا تو ہمارے ان بے شمار تجربات کی کیا توجیہہ ہو گی جن میں ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے گناہ بلکہ کفر و شرک میں مبتلا لوگ پوری زندگی عیش و عشرت کی داد دیتے پھرتے ہیں نہ تو زندگی میں گناہوں کا کوئی اثر بد ان پر پڑتا دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی ان کی موت کوئی ایسی غیر معمولی طریقے سے واقع ہوتی ہے جس کو عذاب سے تعبیر کیا جا سکے اس کے برعکس سینکڑوں ہزاروں صالحین بلکہ انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین تک کی سیرتوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی ساری ساری عمریں آلام و مصائب میں کٹ جاتی ہیں اور موت بھی آتی ہے تو ایسی حسرت اور مظلومی لئے ہوئے کہ جس کے احساس سے کلیجے پھٹے جاتے ہیں۔

اس سوال کا ایک جواب تو یہ ممکن بلکہ عین واقع ہے کہ جب دنیا کی ہزاروں خوشیاں دوزخ کے ایک غوطے اور زندگی بھر کے مصائب جنّت کے ایک نظارے سے نسیاً منسیاً ہو جاتے ہیں جیسے کہ حدیث میں وارد ہے۔

یؤتی بانعم اهل الدنیا من
اهل النار یوم القیامة فیصبغ
فی النار صبغة ثم یقال یا
ابن آدم هل رأیت خیرا قط
هل مر بك نعیم قط فیقول
لا والله یا رب ویؤتی باشد
الناس بؤسا فی الدنیا من
اهل الجنة فیصبغ صبغة
فی الجنة فیقال له یا ابن

قیامت کے دن اہل دنیا کے سب سے خوشحال جہنمی کو حاضر کیا جائے گا۔ چنانچہ اسکو ایک مرتبہ جہنم میں ڈبو دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا اے آدم کے بیٹے کبھی تو نے خیر دیکھا بھی ہے اور کبھی تم نعمتوں میں رہے ہو وہ کہے گا ہرگز نہیں میرے رب اور اسی طرح سے دنیا کے ایک انتہائی تنگ حال اور مصیبت زدہ جنّتی کو حاضر کیا جائے گا اور اس کو جنّت کا ایک ہی

© rasailojaraid.com

آدم ھل رایت بؤسا قطّ و
ھل مرّبک شدۃ قطّ فیقول
لا واللہ یا رب ما مربی بؤس
قطّ ولا رایت شدۃ قطّ
(مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر)

نظارہ کرادیا جائے گا پھر اس سے پوچھا
جائیگا کبھی تم نے مصیبت دیکھی بھی ہے
اور کبھی کسی سختی کا سامنا کیا ہے وہ کہے گا
کہ ہرگز نہیں میرے رب کبھی مجھ پر مصیبت
نہیں گزری اور کبھی اس کو دیکھا تک نہیں۔

تو سوال میں پیش کردہ صورتِ حال سے عدل کا کوئی تقاضہ مجروح نہیں ہوتا جیسے کہ رب تعالیٰ بھی ارشاد فرماتے ہیں:۔

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا
فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ
مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ
هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ
(سورۃ قصص آیت ۶۱)

بھلا وہ شخص جس سے ہم نے پسندیدہ وعدہ
کر رکھا ہے اور وہ اُسے پالینے والا ہے
اس جیسا ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیا کی
زندگی کا چند روزہ فائدہ دے رکھا ہے
اور وہ قیامت کے دن ان لوگوں میں
ہوگا جو گرفتار کر کے لائیں جائیں گے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بارہا صالحین ومقربین کی بابت حق تعالیٰ کا غیر معمولی ارادہ غیر حرکت میں آجاتا ہے چنانچہ ان کے چھوٹے سے چھوٹے گناہ اور لغزش کو بھی اپنا دنیادی طبعی نتیجہ پیدا کرنے کے لئے بالکل کھلا اور آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ تقرب جس قدر زیادہ ہو نتائج میں اعمال کی طبیعت سے نہیں بلکہ اپنی مشیّت سے اور بھی شدت پیدا فرما دیتے ہیں تاکہ مکافات کا سارا معاملہ یہیں پر ختم ہو جائے اور موت کے دروازے سے داخل ہوتے ہی آخرت کی مسرتوں سے بلا کسی ادنیٰ رکاوٹ کے فوری طور پر شادکام ہونے لگیں گویا مصائب ومشکلات کفارۂ ذنوب بن کر وارد ہوتے ہیں۔ حدیث:

ما من مصیبۃ تصیب المسلم
الا کفر اللہ بھا عنہ حتی
الشوکۃ یشاکھا
(متفق علیہ)

کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو کسی مسلمان
کو پہنچے مگر وہ اس کے گناہوں کا کفارہ
بن جاتی ہے یہاں تک کہ کانٹا جو اس
کے پاؤں میں چبھے

... کی بات قابل بیان ہے، تاہم انبیاء علیہم الصلوٰت کے باب میں یہ سب کچھ رفع درجات

© rasailojaraid.com

کے ذیل میں آتا ہے کہ ان مقدس ہستیوں کی کتابِ حیات میں گناہ حقیقی نام کی کوئی چیز پائی نہیں جاتی۔

اسی طرح سے جب کسی انتہائی سرکش اور نافرمان کی بابت یہ طے پاتا ہے کہ ہدایت کا ایک ذرّہ بھی اس کے نصیب میں آنے والا نہیں تو اس کو زندگی کے میدان میں خوب پھلنے، پھولنے اور پھیلنے کے مواقع فراہم کر دیئے جاتے ہیں تاکہ

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى	جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے
(سورۂ دخان آیت ۱۶)	

کے سلسلے میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ قرآنی ارشادات

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۵ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۵ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ۵	اور اللہ کو اس سے بے خبر ہرگز مت سمجھ جو کچھ (یہ) ظالم لوگ کر رہے ہیں۔ انہیں تو بس اس روز تک وہ مہلت دیئے ہوئے ہیں جس میں نگاہیں پھٹی رہ جائیں گی وہ دوڑ رہے ہوں گے۔ اپنے سر اٹھائے ہوں گے ان کی نظران کی طرف واپس نہ آئے گی اور ان کے دل بدحواس ہوں گے۔
(سورۂ ابراہیم آیات ۴۲، ۴۳)	
اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۵ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۵	کیا یہ لوگ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم انکو جو کچھ مال و اولاد دیئے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں۔ نہیں بلکہ یہ لوگ سمجھتے نہیں۔
(المومنون آیات ۵۵، ۵۶)	

کا یہی مطلب ہے۔

یہ دونوں جوابات اپنی جگہ پر بہت وقیع اور وزن دار ہیں اور نفس الامر کے مطابق بھی، لیکن تاثیر اعمال کی اس محوری بات سے متصادم دکھائی دیتے ہیں کہ ہر اچھے برے عمل کی تاثیر کا سلسلہ دنیا سے آخرت تک پھیلا ہوا ہے، گو وجود موانع یا عادتِ خاصہ یا

© rasailojaraid.c

"کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ" کی مدد سے اس تصادم کو بڑی آسانی سے ختم کیا جا سکتا ہے لیکن یہاں ایک ایسی عظیم الشان حقیقت بھی موجود ہے جو نہ صرف متوافق بلکہ تاثیر اعمال کے نظریئے کو غیر معمولی تقویت بھی پہنچاتی ہے۔

بیان اس کا یہ ہے کہ اچھے بُرے اعمال کے اچھے بُرے نتائج کا جو معیار ہم نے مقرر کیا ہے۔ بنیادی طور پر یہ معیار ہی غلط ہے صحت و قوت اور مال و اولاد کو ہم اچھی اور بیماری وضعف اور غربت و تنہائی کو بُری زندگی کہتے ہیں بلاشبہ یہ کہنا درست بھی ہو سکتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر بار اور ہر جگہ یہ صحیح ہو بارہا یہ بھی ہوتا ہے کہ صحت و قوت اور مال اولاد کے ہوتے ہوئے زندگی میں ناقابلِ برداشت حد تک بے کیفی اور بے قراری ہوتی ہے۔ قرآن حکیم اس صورت حال کو یوں بیان فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ	اور جو کوئی میری نصیحت سے اعراض
لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ	رکھے گا سو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا
یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی۔	اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں
(سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۴)	گے۔

بلکہ یہی مال و اسباب اس کی بے قراری اور دنیاوی تعذیب کا بھی ذریعہ بن جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ	اور ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو
اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ	تعجب میں نہ ڈال دے اللہ کو تو یہی منظور
بِهَا فِی الدُّنْیَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ	ہے کہ انہیں ان کے ذریعے سے دنیا میں
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۵	بھی عذاب کرتا رہے اور ان کی جانیں اس
(سورۃ توبہ آیت ۸۵)	حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔

اس کے بالکل برعکس صلحاء کی زندگیوں میں یہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ وہ بظاہر بڑے خستہ حال دکھائی دیتے ہیں۔ صحت و قوت اور مال و اولاد میں سے کوئی چیز بھی ان کے پاس نہیں ہوتی ہے لیکن ان کا دل ناقابل بیان حد تک مطمئن اور مسرور رہتا ہے اور ان کی زندگی کے شب و روز انتہائی قابلِ رشک، اس کے لئے قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ	نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا مرد ہو یا

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥

عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم انہیں ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ضرور اجر دیں گے۔

(سورۃ نحل آیت ۹۷)

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ٥

جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے۔

(سورہ نحل آیت ۳۰، سورۃ زمر آیت ۱۰)

الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ٥ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ط لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ٥

یہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کئے رہے۔ ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ کی باتیں بدلا نہیں کرتیں۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

(سورہ یونس آیت ۶۳، ۶۴)

یہ سرور و اطمینان ہر صالح کو اس کے بقدر مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور بقول علامہ ابن تیمیہؒ یہی اس دنیا کی وہ جنت ہے جس سے محرومی آخرت کی جنت سے محرومی کی کافی دلیل بنتی ہے۔

انّ فِی الدنیا جنۃ من لم یدخلھا لم یدخل جنۃ الآخرۃ

دنیا ہی میں مومن کے لئے ایک ایسی جنت ہے کہ جو اس میں داخل نہ ہو سکا وہ آخرت کی جنت میں بھی داخل نہ ہوگا۔

(الرد الوافر بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت، جلد دوم)

ooooooo

خریدار حضرات سے گذارش ہے کہ وہ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ایسا نہ کرنے کی وجہ سے ادارہ کو غیر ضروری زحمت اٹھانی پڑتی ہے۔ امید ہے کہ آپ آئندہ ہماری گذارش کو ملحوظ خاطر رکھیں گے۔ (ادارہ)

© rasailojaraid.com